خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی علمی وادبی خدمات

Khwāja Qamar-ud-Dīn Siālviī's Scholarly and Literary services

Muhammad Arif

Doctoral candidate Urdu, AIOU, Islamabad/Principal, Islamabad Model School for Boys (vi- x), Sangjani, Islamabad

Dr. Sabina Awais

Assistant Professor of Urdu, GC Women University Sialkot

Shamshad Akhtar

Lecturer in Islamic & Pak Studies, Punjab College, Sialkot

Abstract

This article studies the scholarly and literary services of *Khwāja Qamar-ud-Dīn Siālviī's* (1906-1981), a great religious scholar, Sufi, poet and politician from Siāl Sharīf, Punjab, Pakistan. It finds that saints of *Siāl Sharīf* particularly *Khwāja Qamar-ud-Dīn Siālviī* has made practical efforts to reform the beliefs of Pakistani society, the supremacy of the Quran and *Sunnah*, the preservation of the doctrine of the finality of the Prophet and the restoration of the Constitution of Pakistan. Highlighting the scholarly and literary achievements of the great sheikh and his caliphs is the need of the hour to draw guidance from the writings of this great Sufi poet and scholar to eradicate the growing conspiracies and fabrications against the religion of Islam in modern times. If we look at the evolution of Urdu mystical literature, the works of art created in monasteries are still popular. From *Amīr Khosrow* (1253-1325 AD) to the present moment, writers of *Chishī* Sufi order have made

extraordinary efforts for the genres of *Ḥamd, Na‘t, Manqibat* and *Salām*. The study maintains that *Siālvī* took active part in the Pakistan Movement and devoted his life for the establishment of *Nizām-i-Mustafā*. He has done remarkable works in the field of literature as well.

Key words: *Khwāja Qamar-ud-Dīn Siālviī*, services, scholarly, literary

تمہید

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ (14جولائی 1904ء تا20 جولائی 1918 ء) آستانہَ عالیہ سیال شریف کے چشم و چراغ ہیں۔آپ ایک نامور عالمِ دین، مناظرِ اسلام، شعلہ بیان خطیب، خوش فکر شاعر اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ سیال شریف ایک منبعِ ہدایت اور مرکزِ عرفان ہے۔ خانقاہِ سیال شریف میں سے حضور خواجہ شمس الدین سیالویؒ (1214 تا 1300ء)کا نامِ نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ (1269 تا 1356ء)، حضرت خواجہ محمد معظم الدین مرولویؒ (1247 تا 1325ء)اور حضرت خواجہ غلام حیدر شاہ جلال پوریؒ (1254 تا 1325ء) جیسی قدآور روحانی و دینی شخصیات آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ محمد سعید سیالوی ”قمرِ منور“ میں رقم طراز ہیں: "سیال شریف شہر کی بنیاد حضرت برخودار بن حافظ تاج محمود بن بابا شیر کرم علی نے ڈالی جو بابا شیر کرم علی صاحب کے پوتے تھے۔ حضور شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ سیال شریف کی بنیاد پہلی دیوار میرے بھائی حضرت خواجہ بدرالدین صاحب کے ڈیرہ والی جگہ پر بنائی گئی،اس وقت سکھوں اور ڈوگروں کی حکومت تھی، کئی بار دیوار کھڑی کی گئی، سکھوں کا ایک وزیر تھا اس کالا ل جوڑا تھا۔ اس نے حضرت محمد شریف بن حضرت برخوردار کا مکان بنانے سے منع کیا، بالآخر مستری آئے، مکان بنایا، موضع ہندواں والے لوگوں نے بابا شیر کرم علی صاحب کو پانچ سو بیگھ زمین نذر کی تھی اور کچھ زمین حضرت مائی صاحبہ کو جہیز میں ملی تھی۔ کافی چاہ سکھوں نے ضبط کر لئے تھے، آخر یہاں شہر بنا جس کا نام سیال رکھا گیا اور خاص کر اس شہر کو فیض پیر پٹھان غریب نواز نے بخشا اور اس کا نام پیر پٹھان نے سیال شریف رکھا جو کہ ہر طرح سے شریف ہے۔“[1]

پس منظر

خانقاہِ سیال شریف کی دینی و روحانی خدمات کم و بیش دو صدیوں پر محیط ہیں۔ مشائخِ سیال شریف نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے گراں مایہ کردار ادا کیا ہے۔ مدرسہ ضیاء شمس الاسلام نے نئی نسل کو اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں سے آگاہ کیا۔ اس مدرسے کی تربیت یافتہ شخصیات زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ڈاکٹر سفیر اختر راہی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"سیال شریف میں خانقاہ کی بنیاد 1250ھ ، 1834ء میں خواجہ شمس الدینؒ نے رکھی تھی۔ ہجری تکوین کے مطابق آج 1440ھ 2019ء میں یعنی گزشتہ ایک سونوے برس سے یہ خانقاہ پنجاب اور بحثیتِ مجموعی بر صغیر کے ایک قابلِ لحاظ حصے میں دینی و اصلاحی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اس عرصے میں خانقاہ کی قائدانہ ذمہ داریاں جن بزرگوں نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق نبھائیں، اُن میں بانیٔ خانقاہ کے ساتھ اُن کے فیض یافتہ اخلاف کی ترتیب یہ ہے۔خواجہ محمد الدین سیالوی: (تا وفات 2 رجب 1328ھ، 12 جولائی 1909ء) 27 برس چند ماہ بعد خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی: (تا وفات 12 محرم 1348ھ، 21 جون 1929ء) 20 برس 6 ماہ بعد خواجہ محمد قمر الدین سیالوی: (تا وفات 18 رمضان 1401ھ ، 20 جولائی 1981ء)25 برس 8 ماہ بعد خواجہ محمد حمید الدین سیالوی: گزشتہ 39 برس سے عاشقانِ سیال کے مرجع ہیں۔"[2]

خاندان

حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ اس علمی اور روحانی خانوادے کے چشم وچراغ تھے جو بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا مرکز تھا۔ محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیرِ سیال میں لکھتے ہیں: ”سیال شریف دورِ اکبری میں آباد ہوا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت میاں شیر کرم علی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب 37 ویں پشت پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فرزند ارجمند حضرت عباسؓ علمدار شہیدِ کربلا سے جاملتا ہے۔ آپ کی قوم کھوکھر عرف سیال ہے۔ عرفیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے آباء واجداد میں سے ایک بزرگ سال نامی ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد اُن کے اسم کی طرف منسوب ہوکے سیال کہلائی، جھنگ میں آباد سیال قوم سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت میاں کرم علی قادری کے پوتے حضرت حافظ میاں برخوردار نے سیال شریف کی بنیاد رکھی۔ سیال شریف ضلع سرگودھا اور ضلع جھنگ کی سرحد پر سرگودھا سے جھنگ روڈ پر دریائے جہلم کے کنارے ساہیوال سے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔"[3] حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (1304ھ تا 1348ھ) کے فرزندِ ارجمند خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ نے علمی، دینی، ملی اور ادبی محاذوں پر اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ کا وجودِ مسعود مریدین و متوسلینِ سلسلۂ چشت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا وسیلہ تھا۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے لیے بے مثال مساعیِ جمیلہ انجام دی اور پاکستان بننے کے بعد اس مملکتِ خداداد میں نفاذِ اسلام کے لیے بھی عملی کوششیں کرتے رہے۔ "حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 21 جمادی الاول 1324ھ بمطابق 14 جولائی 1904ء کو سیال شریف میں ہوئی۔"[4]

تعلیم وتربیت

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ ایک دینی وروحانی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔اس لیے شروع ہی سے اُن کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔آپ کا قرآن وسنت کی طرف میلانِ طبع اوائلِ عمر سے چلا آرہا ہے۔حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ رحمۃاللہ علیہ کی عمر تین چار سال کے قریب تھی توآپ کے والد نے آپ کو حافظ کریم بخش رحمۃاللہ علیہ کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے بٹھادیا۔آپ رحمۃاللہ علیہ نے حفظ قرآن کا مرحلہ بڑی آسانی سے سات سال کی عمر میں طے کرلیا۔" [5]

بیعت

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ نے فیضانِ تونسہ شریف کی برکات سمیٹنے کے لیے خانقاہِ سیال شریف کے دامنِ دولت سے علومِ معرفت و حقیقت حاصل کیے ۔ یہ ان کے آباؤاجداد کا فیضِ نظر ہی تھا کہ وہ آسمانِ ولایت کے ایک درخشندہ ستارے بن کر اُبھرے۔اس کے بعد آپ نے فقہ، عقائد، تصوف، حدیث پاک کی تعلیم سیال شریف میں حاصل کی اور علم معانی وبیان کی بعض کتب مولانا سلطان اعظم ساکن چھٹر شریف ضلع خوشاب سے پڑھیں ۔"[6]خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ المعروف پیر پٹھان (1183ھ تا 1247ھ) کے خانوادے سے ان کی محبت و عقیدت ابتداء ہی سے چلی آرہی ہے۔انہوں نے چمنستانِ طریقت کی کلیاں انہی سے سمیٹی ہیں۔ان کا یہ تعلقِ خاطر بعد میں عمر بھر ان کے مزاج کا حصہ رہا ہے، جس کی شہادت کئی واقعات سے ملتی ہے۔"روحانی درجات کی بلندی کے لیے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ نے آپ کی اس منزل کے لیے بھی اعلیٰ شخصیت کو چنا،آپ بچپن ہی میں حضرت خواجہ حافظ محمد حامد تونسوی رحمۃاللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوگئے۔"[7]

مدرسہ ضیاء شمس الاسلام کی ترویج وترقی

مدرسہ ضیاء شمس الاسلام نے برصغیر پاک وہند میں بے شمار نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت، اخلاق وکردار، نظم وضبط، قوتِ اظہار وبیان اور خود اعتمادی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔یہ دینی مدرسہ آج بھی نئی نسل کی روحانی بالیدگی، تزکیۂ نفس اور تعلقِ باللہ کے لیے گراں مایہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ بلا شک و شبہ مشائخِ سیال شریف کی روحانی توجہات اور سرپرستی اس ادارے کی علمی ترقی اور ترفع کی ضامن ہے۔ کسی بھی تحریک سے اس کے محرک کو الگ کرکے ہم اس تحریک کا صحیح جائزہ نہیں لے سکتے۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا وجود ایک روحانی تحریک کا نتیجہ ہے۔اس دارالعلوم کو حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ترقی دی اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے مدارس تعمیر کرائے۔[8]

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کی شاعری اور نثر

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے اسلامیانِ ہند کے علیحدہ ملک کے لیے بھرپور کام کیا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کا بول بالا ان کا مشن تھا۔ جس کے لیے وہ اپنے خطبات، مواعظاتِ حسنہ اور تحریروں کے ذریعے مسلسل سرگرمِ عمل رہے ۔انھوں نے دینِ اسلام کی حقیقی تشریح و تعبیر کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ کے عقائد کی اصلاح بھی کی۔ان کی تحریریں علمیت و استدلالیت، منطق و فلسفہ، حکمت و دانائی اور عام فہم اسلوب کی حامل ہیں۔

شاعری

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ ایک جید عالمِ دین اور مصلحِ قوم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعری کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔ فنِ شعر سے آپ کا میلان اوائل عمری سے ہی تھا۔ صوفیائے کرام نے شاعری، ملفوظات اور پند و نصائح کے ذریعے مریدین و متوسلینِ سلسلہ کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے فنِ شعر کو باقاعدہ نہیں اپنایا لیکن ان کی دستیاب محدود شاعری جذب و شوق، سپردگی و جاں سپاری اور ایک تقدس مآب فضا کی آئینہ دار ہے۔ وہ ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی کے نظریے کو اپنا کر عشقِ رسول ﷺ، محبتِ اہلِ بیت اور معاصر عہد کے اسلامی تصورِ حیات کی روشنی میں منظومات احاطہ تحریر میں لاتے رہے۔خواجہ غلام فخر الدین سیالوی اپنے مضمون 'شیخ الاسلام کا بچپن' میں رقمطراز ہیں: "حضرت خواجہ محمد قمر الدینؒ صاحب کی بچپن ہی سے طبیعت بہت موزوں تھی ،چنانچہ اس وقت جب کہ آپ صرف و نحو پڑھتے تھے،آپ نے ایک غزل لکھی تھی، جس کے مقطع کا ایک مصرع یاد ہے:

بس بس بکن ابنِ ضیاء از دیدن تو منیریم

اس غزل کا زندگی بھر حضرت شیخ الاسلام سے دوبارہ ذکر نہیں آیا کہ اس غزل کے باقی اشعار کیا تھے؟"[9] برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے چشت نے فنِ شعر کو وسیلۂ اظہار بنا کر مشائخ عظام کی تعلیمات کو سماع کے ذریعے عوام الناس تک منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔آستانۂ عالیہ سیال شریف حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ المعروف پیر پٹھان کے فیضِ نظر کا منبع ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے بھی اپنے روحانی سلسلے کی تابندہ روایات کو اپناتے ہوئے شاعری کو اپنایا۔"آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم ابتدائی کتب یاد کرتے تھے۔ مجھے "کریما" تمام یاد تھی۔بیت بازی کے لئے رات کو سوتے وقت اس کے شعر میں تلاوت کی طرح پڑھتا تھا۔ قانونچہ کھیوالی، مجھے تمام یاد تھا اور گلستان کا دیباچہ استاد صاحب نے یاد کرایا تھا اور گلستان کے تمام شعر منزل کی طرح سنتے تھے۔ سلم اور الفیہ ابن مالک بھی منزل کی طرح پڑھتا تھا۔ ابن مالک نے صرف و نحو میں ہی نہیں بلکہ ہر فن میں الفیہ لکھا ہے۔ان لوگوں کے حافظے کمال ہوتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے علم کا کام لینا تھا، حافظے بھی کمال درجہ کے انہیں عطا فرمائے تھے"۔[10]

اردو کی صوفیانہ شاعری کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر خسروؒ (1253ء تا 19 کتوبر 1325ھ) نے سب سے پہلے اُردو اور فارسی ملی جلی غزل کہی۔ حضرت خواجہ میر دردؔ (1721ء تا 8 جنوری 1785ء)، اصغر گونڈوی (1884 تا 1936ء) اور علامہ اقبالؒ (9 نومبر 1877 تا 21 اپریل 1938ء) نے مضامینِ تصوف کو قالبِ شعر میں

ڈھالا۔ چشتی خانقاہوں میں مولانا رومؒ (30 ستمبر 1207ء تا 17 دسمبر 1273ء) اور حافظ شیرازیؒ (1315 تا 1390ء)کے کلام کی مقبولیت شروع سے ہی رہی ہے۔ مولانا محمد اشرف سیالوی ضیائے حرم کے شیخ الاسلام نمبر میں رقمطراز ہیں کہ: "اسی دوران فرمایا کہ میں نوعمر تھا اور دیوانِ حافظ کا مطالعہ کر رہا تھا اور دورانِ مطالعہ میرے اندر سے بھنے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف دیوانِ حافظ اور اس کی پسندیدہ غزلوں کا تصور آتا تو یہی کیفیت رونما ہونے لگتی۔ اسی دوران حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے غلام حضرت مولانا محمد امین ٹکوچی نے کہا، ابھی تمہارے دیوانِ حافظ پڑھنے کا وقت نہیں اس کا پڑھنا ترک کردو حالانکہ میں نے ان بلکہ کسی کو بھی اپنے مطالعہ یا اس کیفیت کی اطلاع نہیں دی تھی۔"[11]

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ نے شاعری کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کو جمالیاتی طرزِ احساس کے رنگ و آہنگ میں قلمبند کیا۔ آپ نے مذہبی معتقدات، صوفیانہ افکار و نظریات اور حسنِ عقیدت کے رنگوں سے مزین شاعری کی۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں فصاحت و بلاغت، ندرتِ فکر اور ارفع زبان کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے یہ رشحاتِ قلم حسنِ انتخاب ہوتے بھی انتخاب حسن ہیں۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوزالمقال فی خلفاء پیرِ سیال، جلد چہارم میں لکھتے ہیں کہ: ”حضور شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہٗ سخن فہمی اور سخن شناسی میں اگرچہ مقام ارفع و اعلیٰ کے مالک تھے لیکن بے حد مصروف علمی و روحانی زندگی کے باعث آپ کے پاس بہت قلیل وقت تھا کہ آپ شاعری کی طرف توجہ دیتے۔ پھر بھی آپ گاہے گاہے شعر کہہ لیتے تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی۔ زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو زبان میں طبع آزمائی کی ہے۔ شاعری میں آپ کا کوئی استاد نہیں ہے۔ صوفیائے کرام کی روایات کے مطابق آپ کو سخن گوئی کا پاکیزہ ذوق حاصل ہے۔ آپ کے کلام میں سوز و گداز، عشق و محبت کی فراوانی اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ کرنل محمد اقبال بدر لکھتے ہیں

: "حضرت خواجہ محمد قمر سیالوی مرشد وہادی کا علمی اور روحانی مقام اظہر من الشّمس ہے۔ آپ کی محفل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور جامی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق و شوق کی آئینہ دار تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا کلام اور ان کی سوانح مجسم آنکھوں کے سامنے سے گزر رہی ہے۔"[12]

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ خانقاہِ سیال شریف کے چند محدود شعرا میں سے نمایاں ہیں۔ حضرت خواجہ عبداللہ سیالویؒ 1308 تا 26 رمضان 1382ء)، حضرت خواجہ فخرالدین سیالویؒ (پیدائش: 1911ء) بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جنہوں نے اُردو، پنجابی اور فارسی تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فارسی زبان و ادب کے مشاہیر سے بھرپور استفادہ کیا۔ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کی شاعری اور نمونہ کلام پیش خدمت ہے. حضور شیخ الاسلام سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے

سخت بخار تھا۔ صاحبزادگان نے برائے علاج سرگودھا ہسپتال لے جانے کا عزم کیا۔آپ نے اس اضطرابی کیفیت میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علی وسلم میں نعت شریف کا تحفہ پیش کرنا شروع فرمایا، جوں جوں آپ نعت شریف پیش کرتے گئے، بخار میں کمی آئی گئی جب نعت شریف مکمل ہوئی تو بخار بالکل کافور ہو چکا تھا۔

فارسی نعت شریف مع اردو ترجمہ

آں جملہ ہادی برحق کہ گذشتہ　　بر فضل تو اے ختم رسل دادہ گواہی

آج تک جتنے سچے رسول ﷺ گزرے ہیں۔اے ختم المرسلین ﷺ سب نے آپ کی بزرگی کی گواہی دی۔

در خلق و در خلق توئی آفتاب　　لاتدرک اوصافک لم تدر کماہی

صورت اور سیرت میں آپ ﷺ آفتاب عالم تاب ہیں۔نہ آپ کے اوصاف کا احاطہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

یا احسن یا اجمل یا اکمل اکرم　　واللہ باخلاقک فی الملاء بیاہی

اے سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ جمیل سے زیادہ کامل۔سب سے زیادہ سخی ملاء کی محفل میں اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاق پر فخر کرتا ہے۔

تو باعث تکوین معاشی و معادی　　اے عبد الہٰ ست مسلم بتو شاہی

یارسول اللہ ﷺ ! دنیا اور آخرت کی تکوین کا باعث ہیں۔اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کونین کی شاہی تجھے بخشی گئی ہے۔

بل کیست حقیقت کہ عروج تو ز سدرہ　　والذکر فی حیز من جملہ مناہی

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا سدرہ المنتہیٰ سے عروج ایسے مقام پر ہے، جس کا بیان تمام ممنوعات سے ہے۔

عالم بہوا داریت از ہوش برفتہ　　آہو شدہ دریم و بصحرا شدہ ماہی

آپ ﷺ کی محبت کے باعث سارا جہان مدہوش ہے۔ہرن سمندر میں چھلانگیں لگا رہے ہیں اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں۔

زآفاق پریدی وز افلاک گذشتی　　درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی

آپ ﷺ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گزر گئے۔آپ کے درجات مقام سدرہ سے بھی آگے نکل گئے۔

امید بکرمت کہ مکارم شیم تست　　من کیستم وچیست معاصی و تباہی

میں حضور ﷺ کے کرم کا امیدوار ہوں اور کرم فرمانا آپ ﷺ کی پسندیدہ عادات میں سے ہے۔اس نوازش کے سامنے میری کیا حقیقت ہے، میرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔

آئس نیم از فضل تو اے روح خداوند　　نظرے کہ ربا ید ز قمر رنج و سیاہی

اے رحمت الٰہی میں تیرے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ ایک ایسی نظر فرمایئے جو قمر سے رنج و سیاہی دور کر دے۔

رباعی

صبا نے شیوہ تصریح اختیار کیا دل زبوں نے بھی آنکھوں کو اشکبار کیا

وگرنہ ناز تھا مجھ کو کہ رازداں ہوں میں رقیب نے بھی کئی بار اعتبار کیا

رباعی رنگ مناقب

اردو میں مناقب کی روایت باثروت ہے۔ محافلِ سماع میں پڑھے جانے والے کلام میں حمد، نعت، منقبت تینوں کا رنگ ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے حضرت امام حسینؓ (10 جنوری 626ء تا 10 اکتوبر 680ء) کی شان میں ایک منقبت قلمبند کی ہے۔ یہ منقبت مذہبی شعور، شانِ اہلِ بیت اور واقعہ کربلا کی مختلف جہات کو تاریخی تناظر میں اجاگر کرتی ہے۔ حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں خواجہ قمر الدین سیالویؒ کی ایک منقبت کے اشعار ہیں :

ہو نہیں سکتی قمر سے مدحت شان حسینؓ	جبکہ ہے رب محمد خود ثناخوان حسینؓ
راکب دوش نبیؐ نور چشم مرتضیٰؓ	اللہ یہ وقار و عظمت اسلام امام حسینؓ
ان کے خون سے ہو گئی تر کربلائے آرزو	ہے امین عظمت اسلام احسان حسینؓ
عرصہ محشر میں جب ہو نفسی نفسی کی پکار	ہو قمر کے ہاتھ میں اس دن بھی حسینؓ

اُردو رباعی ایک مشکل ترین صنفِ نظم ہے۔ رباعی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے وزن پر لکھی جاتی ہے۔ اردو کے معروف رباعی گو شعراء میں میر انیسؔ (1802 تا 10 دسمبر 1874) ، تلوک چند محروم (یکم جولائی 1877 تا 6 جنوری 1966ء)، جگن ناتھ آزادؔ (5 دسمبر 1918 تا 24 جولائی 2004ء) اور صبا اکبر آبادی (1908 تا 1991ء) کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کی ایک دستیاب رباعی شیخ سعدیؒ (1210ء تا 1991ء) کی معروف رباعی کی یاد دلاتی ہے۔ یہ رباعی ان کی روحانی واردات، متصوفانہ رجحانات اور عشق و سرمستی کی روایات کی آئینہ دار ہے۔ خانقاہِ معظم آباد کے روشن آفتاب اور معروف شاعر، دانشور، ماہرِ اقبالیات پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی (یکم فروری 1965ء) خانقاہِ سیال کے وابستگان میں سے ہیں۔ ان کی اس خانقاہ سے بے پناہ عقیدت اور سلسلۂ چشت کی روایت سے آگہی کا بین ثبوت ان کے اس موضوع پر وقیع علمی مقالہ جات ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی اردو اور فارسی کی ادبی تاریخ سے بھی مکمل واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری بھی ملک بھر کے علمی و ادبی حلقوں میں تحسینی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی لکھتے ہیں کہ 22 اپریل 1975ھ منگل کے دن حضور شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ قمر الملت والدین نے پاک پتن شریف میں حضرت خواجہ خواجگان حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار مقدس پر حاضری دی۔ میرے جد امجد خواجہ غلام سدید الدین معظمی سجادہ نشین معظم آباد بھی رفیق سفر تھے۔ حضور نے میرے جد امجد سے دریافت کیا" مولانا! رات کہاں ٹھہریں؟"

انہوں نے دست بستہ عرض کی حضور! یہاں سے بیس پچیس میل کے فاصلے پر ایک قصبہ حویلی لکھا ہے جہاں پیر بھائیوں کی ایک کثیر تعداد رہتی ہے اور وہ بیچارے اکثر خواہش کرتے ہیں کہ حضور اپنے قدم میمنت لزوم سے ان کے ظلمت خانوں کو خاورستان بنائیں"۔ حضور نے یہ درخواست منظور فرمالی اور حویلی لکھا کے مشہور ومعروف حلوائی میاں عبد الحق سدیدی کے گھر جلوہ افروز ہوئے، نماز عشاء کے بعد کھانا کھایا گیا اور دس بجے کے قریب حضور استراحت فرما ہوئے۔ میرے جد امجد باوضو ہو کر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے آپ اچانک اٹھ بیٹھے اور میرے جد امجد کو حکم دیا کہ قلم کاغذ لائیں۔ ان کے بریف کیس میں ڈائری بھی موجود تھی اور قلم بھی۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایک رباعی ابھی ابھی موزوں ہوئی ہے لکھ لیں، چنانچہ انہوں نے اپنی ڈائری میں نوٹ فرمائی۔ حضور کی رحلت پر اب میری خصوصی درخواست پر آپ نے یہ رباعی ضیائے حرم میں بھیجنے کے لئے مجھے عطا کی تاکہ طبع ہو کر منظر عام پر آجائے۔ وہ رباعی مندجہ ذیل ہے:

صبا نے شیوہ تصریح اختیار کیا	دلِ زبوں نے بھی آنکھوں کو اشکبار کیا
وگرنہ ناز تھا مجھ کو کہ رازدار ہوں میں	رقیب نے بھی کئی بار اعتبار کیا

ملفوظات وارشادات

ابوالکلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلو مہار شریف اپنے مضمون "صحبتِ روشن دلاں یک دم دو دم" میں لکھتے ہیں کہ: "حیوان ہوں یا انسان سب کو زندگی کے بنیادی اور طبعی تقاضوں کو پورا کرنا ہی پڑتا ہے، ہاں انسان ان امور کی ادائیگی کے طریقوں میں ندرت پیدا کرکے، ان کی لذت اور جاذبیت میں کچھ اضافہ کرلیتا ہے لیکن یہ اضافہ اسے بہت گراں پڑتا ہے اور انسان مادی اور حسی لذتوں کے خود ساختہ دام میں پھنس کر اولئک کالانعام کا مصداق بن جاتا ہے اور اسفل السافلین کی پستیوں میں گرا جاتا ہے، لیکن اگر حسن بینی وحسن آفرینی کا خالص انسانی جذبہ حسنِ حقیقی کی تلاش میں لگ جائے تو پھر انسان احسن تقویم اور لقد کرمنا بنی آدم کا مصداق بن جاتا ہے اور اس کی شخصیت حسن حقیقی کے برعکس جمال سے مستفیض ہو کر بے پناہ عظمت ورفعت کا مظہر بن جاتی ہے۔ جستجوئے جمال وکمال کبھی شعر وآہنگ کے رنگ میں اور کبھی حکمت ومعرفت کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن کے تمام محاسن اسی طلب حسن اور اظہار حسن کے مرہون منت ہیں۔ اگر شعراء، علماء، حکماء اور عرفاء نہ ہوتے اور حسن آفرینی کا عظیم تخلیقی عمل جاری نہ رہتا تو زندگی جمود اور انحطاط کا شکار ہو جاتی اور ناقابل برداشت عقوبت کا روپ دھار لیتی لیکن فیضانِ قدرت سے کچھ لوگ ایسے آتے رہتے ہیں جن کے دم سے زندگی کو نئی رعنائی اور زیبائی مل جاتی ہے اور ان کے دم سے زندگی کا

فکری اور جذباتی معیار بلند تر ہو جاتا ہے اور انسان ان کے فیضِ صحبت سے فکر و عمل کی نئی وسعتوں اور رفعتوں کو چھولیتا ہے۔ پیر طریقت حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی ہی عہد آفریں شخصیت تھے۔ ان کی ذات علم، عمل اور عشق کا حسین اور متوازن مرقع تھی۔ شرافت میں یکتا اور ذہانت میں یگانہ تھے۔ دماغ علم کا خزینہ اور دل معرفت کا نگینہ تھا۔ علماء سے فقہ اور کلام کے دقیق مسائل پر گفتگو ہوتی تھی تو صوفیاء سے سیر و سلوک کے عمیق معارف پر اظہار خیال ہوتا تھا۔ سیاست دانوں سے آئینی اور دستوری مسائل زیر بحث آتے تھے تو ارادت مندوں کو ذکر و فکر کے اسلوب سکھائے جاتے تھے۔ آپ کی ذات ایک انجمن تھی اور آپ کی شخصیت تعلیم و تربیت کی ایک یونیورسٹی تھی۔"[13]

ملفوظات کی درج ذیل دو کتابیں اپنی نوعیت کی انوکھی خوبیوں کی حامل ہیں۔

(۱) مرآۃالعاشقین

(۲) نفحات المحبوب فی احیاء القلوب

ملفوظ نویس حضرات نے صاحبانِ ملفوظات کی مجالسِ مقدسہ کا نقشہ کھینچ کر دکھادیا ہے۔ ملفوظات پڑھتے وقت قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ ان حضرات کی مجالس میں اسے شرکت کا شرف حاصل ہے، وہ بھی صاحب ملفوظ سے ارشاداتِ عالیہ سن رہے ہیں۔ ملفوظات میں بے حد اثر پذیری کا عنصر غالب ہے۔ حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ کے جد امجد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سلسلہ چشتیہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کے خلیفہ تھے۔ پاک پتن شریف میں سلسلہ چشتیہ کا اس سے بڑا آستانہ تھا بلکہ قبولِ عام اور رجوعِ خلق اور افراد و رجال کی اہمیت کے اعتبار سے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے جلائے ہوئے یہ چراغ تونسہ شریف اور سیال شریف میں کچھ زیادہ روشن اور دلآویز ہو کے ضیاء بار ہوئے۔ گناہگاروں سے محبت اور شفقت اور بندگانِ خدا کے دل جیتنے کا جو انداز سلسلہ چشتیہ میں پایا جاتا ہے اپنی مثال آپ ہے۔ پنجاب میں اس سلسلے کے اکابر اور بالخصوص تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے پیرانِ عظام نے بلاشبہ فروغ اسلام اور اللہ اور رسول کا ذکر عام کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان اکابر کی شخصیت کا ایک قابل قدر پہلو یہ بھی تھا کہ وہ دینی علوم سے مالا مال تھے۔ ان کے ملفوظات و ارشادات میں ایک عمق اور گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے خطبات اور تقاریر میں دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی اشاعت کا جذبہ غالب نظر آتا ہے۔ ان کے ملفوظاتِ حسنہ میں سے منتخب شذروں میں سب سے پہلا وصف ان کا اختصار اور جامعیت ہے۔ وہ غیر ضروری تفصیل اور بے جا طوالت میں پڑ کر موضوع کو گنجلک یا پیچیدہ نہیں بناتے بلکہ اپنے مدعا و مقصود کو سادہ و سلیس انداز میں اجاگر کرتے ہیں۔ ان ملفوظات میں دینِ اسلام کی عظمت و بزرگی اور پاکستان میں نظامِ مصطفٰے ﷺ کے نفاذ کی ضرورت پر بھی زور ملتا ہے۔ خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ پاکستان کے داخلی استحکام اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اقدار کے فروغ کے خواہاں ہیں۔ قاری غلام رسول نے "حضرت شیخ الاسلام کے چند ارشادات" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے، جو پیشِ خدمت ہے۔ اس مضمون میں محوّلہ بالا افکار و نظریات کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی

ہے۔ واضح ہو کہ یہ ملفوظات آپ کی تقاریر اور مواعظات سے انتخاب ہے۔ یہ مختصر اور سادہ جملے اپنی سلاستِ اظہار اور فکری معنویت کے اعتبار سے بلیغ ہیں۔ یہ جملے انتہائی نپے تلے ہیں اور مافی الضمیر جامع طور پر بیان کرتے ہیں۔ یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنے سیاق و سباق کے پس منظر میں ان کی علمی و ادبی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے:

"☆ اسلام زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے اور یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

☆ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے یہاں اسلام کے سوا کوئی نظام رائج نہیں ہونے دیا جائے گا۔

☆ بعض بیرونی طاقتوں کے آلہ ٔ کار کفر کے نظام کو یہاں لانے کے لئے اسلام کی آڑ لے رہے ہیں مگر عوام ان مذموم عزائم سے آگاہ ہیں اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ انہیں ناکام بنادیں گے۔

☆ جب تمام جماعتیں پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں تو صدر مملکت کے چاہیے کہ وہ ایک آرڈی نینس کے ذریعے یہاں اسلامی نظام نافذ کردیں۔ صدر مملکت کا یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے عین مطابق ہوگا۔

☆ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ملکی سالمیت اور اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔

☆ ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان کی بقاء اور اس کی ترقی کے لئے اسلامی آئین کا نفاذ ضروری ہے۔

☆ ہم منفی نوعیت کے لائحہ عمل کے بجائے مثبت انداز کے پروگرام کو زیادہ پسند کرتے ہیں

☆ ان تمام لوگوں سے انتخابی اتحاد ممکن ہے جو جمعیت العلمائے پاکستان کے منشور کے مخالف نہیں۔

☆ جمعیت العلمائے پاکستان نے قیام پاکستان میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں اور اب جمعیت پاکستان کے تحفظ کو اپنا دینی و ملّی فریضہ سمجھتی ہے۔

☆ جمعیت العلمائے پاکستان اگر برسر اقتدار آگئی تو یہ امیر اور غریب کا فرق ختم کردے گی۔

تحفظ کو اپنا دینی و ملّی فریضہ سمجھتی ہے۔

☆ جمعیت العلمائے پاکستان اگر برسر اقتدار آگئی تو یہ امیر اور غریب کا فرق ختم کردے گی۔[14]

نثری تصانیف و تالیفات

حضور شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہٗ نے خود بھی بھرپور علمی و روحانی مصروفیات سے وقت نکال کر نثری تصنیف و تالیف پر بھی توجہ فرمائی۔ چند تصانیف یہ ہیں:

ان الحکم الا اللہ، مطبوعہ لاہور، صلوٰۃ العصر، مطبوعہ لاہور، التحقیق فی التطلیق، مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا ۱۳۷۹ھ، الجہاد، مطبوعہ ثنائی برقی پریس سرگودھا، تنویر الابصار بتقبل المراز، مطبوعہ منوہر پریس سرگودھا، تبلیغ القوم فی اتمام الصوم، مطبوعہ انصار آرٹ پریس سرگودھا، تحقیق الاجلہ فی ثبوت الاھلہ، مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا، تقریر دلپذیر، مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا ۱۳۹۸ھ (بار دوم)، بلاغ مبین، مذہب شیعہ، مطبوعہ اردو پریس، لاہور ۱۳۷۷ھ موافق

۱۵۹۱ء، وصایا قمریہ (عربی) مطبوعہ لاہور، عیسائی مذہب، مطبوعہ مدینہ پرنٹنگ ہاؤس لاہور، عوام کا مطالبہ، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ القائم آرٹ پریس، سرگودہا، نقشہ میراث مطبوعہ ثنائی پریس سرگودہا۔[15] مذہب شیعہ کا تعارف حضرت المجاہد مولانا محمد عبدالعزیز آفندی ترکی، رومی نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ رسالہ مذہبی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر قلمبند کیا گیا ہے، جس کا مقصد اُمتِ مرحومہ کو صحیح راستہ دکھانا مقصود ہے۔ تنویر الابصار بتقبل المزار، مطبوعہ منوہر پریس سرگودھا، آپ کی اُس تقریر کے دلائل پر مشتمل ہے، جو آپ نے مدینہ شریف مزار بوسی کے جواز میں منکرین کے مجمع میں کی۔ آپ کو عربی، اُردو، فارسی اور پشتو زبانوں پر اتنا عبور تھا کہ اِن میں سے جس زبان میں تقریر فرماتے تو سامعین کو گماں گزرتا کہ شاید یہ آپ کی مادری زبان ہے۔ عربی، فارسی زبان میں آپ کا منظوم کلام بھی ہے، جو آپ کی نکتہ آفرینی اور نغز گوئی کا لازوال شاہکار ہے۔

اشاعتِ کتب

حضور شیخ الاسلام سیالویؒ نے بعض دینی کتب بھی شائع کیں۔ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رقمطراز ہیں کہ: "حضرت شیخ الاسلام علمی لحاظ سے سلسلہ خیر آبادیہ سے متعلق تھے۔ انہیں بطلِ حریت علامہ فضلِ حق خیر آبادی سے والہانہ عقیدت تھی۔ اکثر و بیشتر اُن کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کرتے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ نے عقائدِ اہلِ سنت کی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ یہ کتاب اگرچہ شاہ فضل رسول بدایونی کی تصنیف تھی لیکن اس پر علامہ خیر آبادی کی زوردار تقریظ بھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے قاضی مبارک پر علامہ فضلِ حق خیر آبادی کا شہرہ آفاق حاشیہ بھی شائع کیا، جس پر عربی زبان میں مقدمہ لکھنے کا شرف راقم کو حاصل ہوا۔ اس کتاب کی کتابت مشہور و معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی نے کی اور 1975 میں ایور گرین پریس لاہور اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ یہ کتاب اگرچہ شاہ فضل رسول بدایونی کی تصنیف تھی لیکن اس پر علامہ خیر آبادی کی زوردار تقریظ بھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے قاضی مبارک پر علامہ فضلِ حق خیر آبادی کا شہرۂ آفاق حاشیہ بھی شائع کیا، جس پر عربی زبان میں مقدمہ لکھنے کا شرف راقم کو حاصل ہوا۔ اس کتاب کی کتابت مشہور و معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی نے کی اور 1975 میں ایور گرین پریس لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ آپ نے دارالعلوم ضیا شمس الاسلام، سیال شریف میں ایک شعبہ دار التبلیغ کے نام سے قائم فرمایا، جس کے تحت کتب کی طباعت کا انتظام و انصرام کیا گیا۔"[16]

نتائج بحث

آستانہَ عالیہ سیال شریف برِ صغیر پاک و ہند کا ایک معروف و ممتاز مرکز رہا ہے۔ مشائخ سیال شریف نے پاکستانی معاشرے کے عقائد کی اصلاح، قرآن و سنت کی بالادستی، تحفظِ ختمِ نبوت اور آئینِ پاکستان کی بحالی کے لیے عملی کاوشیں کی ہیں۔ مشائخ عظام اور ان کے خلفاء کے علمی و ادبی کارناموں کو اجاگر کرنا وقت کی اوّلین ضرورت ہے تاکہ دورِ جدید میں دینِ اسلام کے خلاف بڑھتی ہوئی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان آسماں صفت ہستیوں کی تصانیف سے

رہنمائی لی جاسکے۔ اُردو کے صوفیانہ ادب کے ارتقاء پر نظر ڈالیں تو خانقاہوں میں تخلیق کیے گئے فن پارے آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔ امیر خسروؒ (1253ء تا 1325ء) سے لے کر لمحہَ موجود تک کے مشائخِ چشت اہلِ قلم نے سُر، تال اور لے کے آہنگ سے حمد، نعت، منقبت، سلام کی اصنافِ نظم میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔ آستانہَ عالیہ سیال شریف کے مشائخ کی فرد فرد شعری اور نثری کاوشوں کا مفصل اور بھرپور مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

References

[1] Muhammad Saeed Siālvī, *Qamar-i-Munawar* (Jhang: Sult an Bāhū Printing Press, 2016), 72-75.

[2]Anjaman Qamar-ul-Islam, *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl* (Karachi: Anjaman Qamr-ul-Islam Sulemania, 2010), 8: 298.

[3] Mureed Ahmad Chishtī, *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*, 4: 26.

[4] Syed Arif Hussain Gilānī, *Qamar-i-do Ālam* (Lahore: Maktaba Qamaria, 1946), 8.

[5] Muftī Ghulām Ahmad Siālvī, *Anwār-i- Qamaria* (Karachi: Qamar-ul-Islam Publisher, 2007), 78.

[6] Ghulām Ahmad Siālvī, Anwar-i- Qamria,225.

[7] Mureed Ahmad Chishti , *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*, 261.

[8] Mureed Ahmad Chishti , *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*, 241.

[9] Ghulam Fakhruddin Siālvī, "Hazrat Sheikh-ul-Islam kā bachpan." Mahnāma Ziā-i-Ḥaram (1984): 23.

[10]Ghulām Ahmad Siālvī, *Anwār-i- Qamaria:* Malfūzāt-i-Sheikh-ul-Islam Khawāja Qamar-ud-Dīn Siālvī (Lahore: Adāra Ta'līmāt –i-Aslāf, 2002), 97.

[11] Muhammad Ashraf Siālvī, Sheikh-ul-Islam, "Fitrat-i-Salīma aur zauq-i-tawba."Mahnama Ziā-i- Ḥaram, Sheikh-ul-Islam (October 1918):65.

[12]Muhammad Murreed Ahmad Chishtī, "Shair-o-shā'irī." In: *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*,4: 343.

[13] Sāhibzāda Syed Faizul Hassan, Sohbat –i- Roushen dilān yak dam –o-do dam , Mahnama Ziā-i-Ḥaram, 128.

[14] Qārī Ghulām Rasool, " Hazrat Shaik-ul-Islam kay Chand Irshādāt." Al-Habib (1970): 17-20.

[15]Mureed Ahmad Chishti, *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*, 4:425.

Mureed Ahmad Chishti, *Fawzul Maqāl fī Khulafā-i-Peer-i-Siāl*, 4: 293.